

افغانستان کو دوست بنائیے!

کابل میں گزشتہ چند دنوں حدود رجہ خون ریزی ہوئی ہے۔ وہ علاقہ جس میں حکومتی ادارے اور غیر ملکی سفارت خانے موجود ہیں۔ دارالحکومت کا مضبوط ترین علاقہ گردانا جاتا ہے۔ جس میں حدود رجہ حفاظتی اقدامات موجود ہیں۔ پہلا حملہ ہوٹل انٹر کوٹی نیشنل پر ہوا۔ غیر ملکیوں سمیت بیس سے زیادہ لوگ مارے گئے۔ ہوٹل کی لابی میں آنے والے دہشت گرد چلا چلا کر پوچھتے رہے کہ گورے کدھر ہیں۔ انہیں قتل کرنا ہے۔ نتیجہ میں چودہ غیر ملکی شہری قتل کر دیے گئے۔ معاملہ یہاں نہیں رکا۔ چھ دن پہلے ایمبلنس میں بارود بھر کر اسی محفوظ علاقہ میں اڑا دیا گیا۔ خود کش دھماکہ سے ایک سوبنڈہ مارا گیا اور دسو سے زیادہ زخمی ہوئے۔ حملے کے بعد کی ایک تصویر انتہائی تکلیف دھنی۔ ایک ضعیف افغان سر جھکا کر بے بسی سے عام لوگوں کے جسم کے چیختے اڑتے دیکھ رہا تھا۔ قیامت کا نظارہ تھا۔ لوگ تکلیف سے دھاڑیں مار مار کر رورہے تھے۔ مرنے والوں میں اکثر عام شہری تھے جنکا جنگ سے بالواسطہ کوئی تعلق نہیں تھا۔ جہان فانی سے کوچ کرنے والوں کو قطعاً یہ اندازہ نہیں ہوگا کہ انہیں کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔ چار دن قبل، دہشت گروں نے کابل کی ٹریننگ اکیڈمی پر علی الصبح حملہ کر دیا۔ اس سے گیارہ کیڈٹ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ گزشتہ ایک ہفتہ میں ڈیڑھ سو کے قریب لوگ مارے جا چکے ہیں۔ ان تمام واقعات کی ذمہ اسلامی جہادی تنظیموں نے قبول کی ہے۔ ہولناک واقعات کے بعد حکام نے چند ایسی تنظیموں پر ذمہ داری ڈالی ہے جو انکے بقول پاکستانی سر زمین سے افغانستان میں دہشت گردی کر رہے ہیں۔ اب یہ ایک معمول ہے کہ افغان حکام کہتے ہیں کہ دہشت گردی ہمارے ملک میں مقیم جہادی تنظیمیں کر رہی ہیں۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ بالکل نہیں۔ ہم نے تمام دہشت گرد تنظیموں کا قلع قمع کر دیا ہے اور انہیں افغانستان میں واپس دھکیل دیا ہے۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ خون ریزی نہ افغانستان میں رک رہی ہے اور نہ پاکستان میں۔ یہ درست ہے کہ پاکستان نے دہشت گروں کے خلاف فیصلہ کن فتح حاصل کی ہے۔ مگر اسکے باوجود بلوچستان اور کے پی میں ہمارے نوجوانوں کو شہید کرنے کے واقعات تسلسل سے جاری ہیں۔

اب تک صورتحال اتنی نہیں بگڑی تھی، جتنی اب ہے۔ امریکہ سمیت تمام اہم ممالک دہشت گردی کے خلاف ہماری جدوجہد کی تعریف ضرور کرتے ہیں۔ مگر اب ایسے اقدامات کرنے پر اصرار کیا جا رہا ہے، جو ہمارے لیے سوہاں روح بن چکے ہیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ بساط سے بڑھ کر دہشت گروں کے خلاف کام کیا ہے اور عملی طور پر ان پر کاری ضرب لگائی ہے۔ مگر الیہ یہ ہے کہ ہمارے بیانیے کو دنیا مکمل طور پر تسلیم نہیں کر رہی۔ عملی طور پر ٹرمپ نے ہمارے ملک کی امداد بہت حد تک بند کر دی ہے۔ امکان ہے کہ دہشت گروں سے جنگ میں صرف جزوی فرق پڑیگا۔ کیونکہ بہر حال اپنی عسکری طاقت کو اس درجہ مضبوط کر لیا ہے کہ امداد رکنے سے کوئی خاص مسئلہ نہیں ہوگا۔ مگر اسکے کے دوسرا رخ پر غور کرنے کی بھی آشد ضرورت ہے۔ پاکستان کو آہستہ آہستہ بین الاقوامی سطح پر تھا اور محصور کیا جا رہا ہے۔ تنہا اس طرح، کہ چند ملکوں کو جھوڑ کر ایک عمومی تاثر پیدا کیا گیا ہے کہ ہم دہشت گردی کی جنگ میں تمام جہادی گروہوں پر ہاتھ نہیں ڈال رہے۔ یہ تاثر اس وقت دنیا کے مضبوط ترین ممالک میں جڑ پکڑ چکا ہے۔ ہماری بات اور بیانیے کو من

و عن تسلیم نہیں کیا جا رہا۔ ہماری ہربات کو منفی رنگ دیا جا رہا ہے۔ سفارت کاراس حد تک موثر نہیں ہو پا رہے، جتنے کہ ائلین، افغانی اور امریکی سفارت کار ہیں۔ افغانستان ہر جگہ اپنے آپ کو مظلوم ثابت کر رہا ہے اور دنیا کو باور کروارہا ہے کہ اسکے شہری، جن تنظیموں کی بدولت قتل ہو رہے ہیں، انکا تعلق ہماری زمین سے ہے۔ یہ حد درجہ خطرناک بیانیہ ہے اور اسکو اکل کرنا بے حضوری ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس بیانیے کے مقابلے میں اپنا قومی بیانیے ثابت کرنے میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو پا رہے۔ ناکام ہونے کا لفظ استعمال نہیں کر رہا۔ کیونکہ اس سے دل شکنی بھی ہو گی اور ملک میں منفی تاثر پھیل سکتا ہے۔ یہ ناختم ہونے والی بحث ہے۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ قومی اعتبار سے کوئی نسے اقدامات کیے جائیں کہ دونوں ملکوں میں انتہائی کشیدہ فضائل درے بہتر ہو سکیں۔

عسکری معاملات اور ایک دوسرے پرالزمات تو چلتے رہنگے۔ گزراش ہے کہ پاکستان یونیورسٹیوں، اور کالجوں کے اعتبار سے کافی بہتر ہے۔ پرانیویٹ سکول، کالج اور یونیورسٹیاں قدرے بہتر تعلیمی ضروریات پوری کر رہی ہیں۔ اگر ہم قومی سطح پر ان اداروں کے مالکان کے ساتھ بیٹھ کر فیصلہ کریں کہ ہمارے ادارے افغانستان کے پُر امن حصوں میں ذیلی تعلیمی ادارے کھولے۔ جن میں افغانی اور پاکستانی اساتذہ اور خواتین ٹیچر کھے جائیں اور وہ باقاعدہ تعلیم دیں۔ ہمارے پاس پرانیویٹ میڈیکل کالج اور انجینئرنگ یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ ایک زمانے میں سینکڑوں افغانی طلباء ہمارے ٹینکنیکل اداروں میں زیر تعلیم تھے۔ یہ تعداد گھٹتے گھٹتے تقریباً ہونے کے برابر ہو چکی ہے۔ اگر ہم اسکول، کالج، یونیورسٹیاں اور میڈیکل کی تعلیم دینے والے ادارے، افغانستان کے امن والے علاقوں میں کھولتے ہیں تو بہت تھوڑے عرصے میں مقامی لوگوں کی اکثریت ہمارے متعلق ثبت سوچنے پر مجبور ہو جائیگی۔ ہمارا "سافٹ ایج" تعلیم کی ترویج سے جتنا بہتر ہو سکتا ہے، اتنا کسی دیگر طریقے سے نہیں ہو سکتا۔ تربیت یافتہ انفرادی قوت کی طرف آئیے۔ ہمارے پاس اعلیٰ سطح کے انجینئر، ڈاکٹر، آرکیٹ، پیرامیڈیکل سٹاف موجود ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ حکومت کی سطح پر اپنی افرادی قوت کو افغانستان میں کام کرنے کی سہولت مہیا کریں۔ اگر ہمارے فنی ماہرین افغان اداروں میں کام کرنا شروع کر دیں تو یہ بھی خاموش سفارت کاری کی بہترین مثال بن سکتی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مربوط پالیسی کے تحت افغان طلباء اور طالبات کو پاکستان کے اداروں میں تعلیم دینے کا نیک کام شروع کیا جائے۔ اگر افغانستان کے نوجوان ہمارے میڈیکل کالجوں، انجینئرنگ یونیورسٹیوں میں زیر تربیت رہنگے تو انکا ذہن سو فیصد پاکستان کے حق میں ہو جائیگا۔ یہ باہمی تعلقات بہتر بنانے کیلئے اتنا غیر معمولی اثنانہ ہے، جسکی افادیت کاشانہ بھی ہم پورا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ہندوستان بعینہ ہی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

مثال دینا چاہوں گا۔ ایک سرکاری وفد میں اردن جانے کا اتفاق ہوا۔ شام کو کھانے پر اردن کے نائب وزیر مہماں خصوصی تھے۔ ہمارا سفارتی عملہ بھی موجود تھا۔ نائب وزیر نے انتہائی شستہ اردو میں بات کرنی شروع کر دی۔ سارے حیرت زدہ رہ گئے۔ بتایا کہ پیشے کے لحاظ سے انجینئر ہیں اور کراچی کی انجینئرنگ یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے ہیں۔ انکی ایک بہن فیصل آباد میں زرعی یونیورسٹی میں پڑھتی رہی۔ انہیں کراچی، لاہور اور فیصل آباد کے تمام مشہور علاقوں کا بخوبی علم تھا۔ لاہور میں لکشمی چوک کے دلی کھانوں کی کافی دری تعریف کرتے رہے۔ نائب وزیر سے اپنا نیت کا جو سلسلہ شروع ہوا، اسکی بنیادی وجہ ہمارے تعلیمی ادارے تھے۔ شاہزادوں کو یقین نہ آئے۔ ہمارے

پروفسنل کالجوں میں دنیا بھر سے لوگ پڑھنے کیلئے آتے تھے۔ ایران، فلسطین، سعودی عرب، اردن، یوائے ای ایسی ہر طرف سے طالب علم یہاں پہنچتے تھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آخری دم تک یہ لوگ ہمارے ملک کے خیرخواہ رہتے ہیں۔ یہ ہمارا وہ اٹا شہ ہے جس پر ہم ہر طرح کا بھروسہ کر سکتے ہیں۔ یہی پالیسی افغانستان کے معاملے میں انتہائی فعال طریقے سے اپنانے کی ضرورت ہے۔ تھوڑے سے عرصے میں ہم اپنے ہزاروں سفیر پیدا کر لیں گے۔ بالکل اسی طرح ہسپتاں کے اعتبار سے پاکستان ہمسایہ ملک سے بہت بہتر ہے۔ ایک پالیسی کے تحت افغانی شہریوں کو ہمارے پرائیویٹ ہسپتاں میں علاج کروانے کی کھلی اجازت ہونی چاہیے۔ مریضوں کیلئے ویزہ کی نرمی بھی کردی جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اسکا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو گزارش کر رہا ہو، محدود طریقے پر ہو بھی رہا ہو۔ مگر اسکو انتہائی فعال اور مربوط بنانے کی ضرورت ہے۔

ایک اور جہت انتہائی اہم ہے۔ افغان ٹکچر اور موسیقی انتہائی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ فنونِ لطیفہ میں دونوں ملکوں کا تعاون انتہائی کم ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ہمارے موسیقار اور گلوکار افغانستان جا کر موسیقی کے فن پارے پیش کریں۔ تبادل سطح پر افغانی گلوکار، ہمارے ملک میں اپنے اپنے شو منعقد کریں۔ ایک افغانی گلوکار، ناشناس اس خوبصورت آواز کا مالک ہے کہ سننے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ اکیلے بیٹھ کر ناشناس کی غزلیں سنیں۔ آواز کا رچاڑا اور لطف آپکو مسحور کر لیتا ہے۔ علم نہیں کہ ناشناس زندہ ہے، یا کہ آخری سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔ گلوکاروں اور روود کے تبادلے حد درجہ مفید ہو سکتے ہیں۔ فنونِ لطیفہ کا عنوان اس حد تک وسیع ہے کہ اس میں کام کرنے کی بہت گنجائش موجود ہے۔ آج تک نہیں سنا کہ افغانستان سے کوئی ثقافتی طائفہ، ہمارے بڑے شہروں میں آیا ہو۔ وہاں افغان موسیقی کے کنسٹرٹ ہوئے ہوں۔ اس رابطے سے دونوں حکومتوں کو اپنے سخت رویے نرم کرنے میں مدد ملے گی۔ اسی طرح افغان کھانے آزحد لذیز ہیں۔ تجویز ہے کہ دونوں ممالک میں باہمی تعاون کے ذریعے سے کھانوں کے نمائشی بازار لگنے چاہیے۔ اگر یہ تجربہ کامیاب ہو جائے تو پھر ان تمام معاملات کو باقاعدہ منظم سالانہ پروگرام میں بدل دینا چاہیے۔

یہ سب کچھ کیوں عرض کر رہا ہو۔ جہاں بھی پاکستان اور افغانستان کا ذکر آتا ہے۔ لڑائی، خودکش حملے، جنگ اور مارکٹائی کے علاوہ کچھ بھی سننے کو نہیں ملتا۔ دونوں ملکوں کی حکومتیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتیں۔ بد اعتمادی کی باہمی فضاب خطرے کے آخری نشان کو بھی عبور کر جھلی ہے۔ تھوڑی دیر کیلئے جنگ کے زاویے سے سوچنا چھوڑ دیجئے۔ تعلیم، فنی تعاون، فنونِ لطیفہ کے معاملات اور دیگر زاویوں سے تعاون کیجئے۔ معاملات آہستہ آہستہ بہتر ہو جائیں گے۔ دہشت گرد تنظیمیں نہ ہماری دوست ہیں اور نہ افغانستان کی۔ عسکری سطح پر معاملات اپنی جگہ، مگر سینکڑوں ایسے شعبے ہیں جن میں باہمی دشمنی کو کم بھی کیا جاسکتا ہے، اور کچھ عرصے کے بعد ختم بھی۔ معاملہ اب صرف سوچ بد لئے کا ہے!